QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

مستشرقین کے قرآنی مطالعات کا رجحان: اکیسویں صدی کے تناظر میں

TRENDS IN ORIENTALIST QUR'ANIC STUDIES: A PERSPECTIVE FROM THE TWENTY-FIRST CENTURY

1. Sumaira Bashir
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: sumairabashir322@gmail.com
2. Dr. Irfan Jafar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.
Email: i.z03035040887@gmail.com

Abstract

The study of the Holy Qur'an in the Western academic tradition has undergone a significant intellectual and methodological evolution from the medieval period to the twenty-first century. Western scholars have produced a substantial body of literature on various aspects of the Qur'an, including its text, history, compilation, interpretation, and intellectual influence. However, the early phase of Orientalist Qur'anic studies was often influenced not only by academic curiosity but also by religious, cultural, and political considerations. Consequently, many Muslim scholars viewed Orientalist approaches with caution and subjected their findings to critical evaluation. This paper does not aim to refute or defend Orientalist perspectives; rather, it seeks to examine the historical development, methodological approaches, and contemporary trends in Western Qur'anic studies. Particular attention is given to the transition from classical Orientalist scholarship to modern academic approaches that increasingly emphasize objectivity, interdisciplinary research, and engagement with Muslim scholarly traditions. The study explores the contributions of prominent contemporary scholars such as Carl W. Ernst, Jane Dammen McAuliffe, and Andrew Rippin, whose works reflect evolving perspectives within Western academia. Furthermore, the paper investigates the extent to which twenty-first-century Qur'anic studies differ from earlier Orientalist paradigms in terms of research methods, sources, and scholarly attitudes. It also highlights the growing participation of Muslim academics in Western universities and research institutions and its impact on creating more balanced and nuanced approaches to the study of the Qur'an. Through an analytical review of major contemporary works and intellectual trends, this study aims to provide a clearer understanding of the nature, scope, and direction of Orientalist Qur'anic studies in the modern era.

***Key Words**: Orientalism, Qur'anic Studies, Western Scholarship, Contemporary, Orientalists, Twenty-First Century Trends.*

تعارفِ موضوع

مغرب میں قرآنِ کریم کے مطالعات کی تاریخ قرونِ وسطیٰ سے لے کر عصرِ حاضر تک ایک طویل اور ارتقائی سفر پر مشتمل ہے۔ مغربی علمی دنیا نے مختلف ادوار میں قرآنِ کریم کے متن، اس کی تاریخ، تدوین، تفسیر اور اس کے فکری و تہذیبی اثرات کے حوالے سے قابلِ ذکر علمی سرمایہ پیش کیا ہے۔ مغربی جامعات اور تحقیقی اداروں میں قرآنی مطالعات کے موضوع پر شائع ہونے والا وسیع لٹریچر اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قرآنِ کریم مغربی علمی حلقوں کی توجہ کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔

تاہم مغرب میں قرآنی مطالعات کی ابتدائی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس منظر میں علمی جستجو کے ساتھ ساتھ مذہبی مناظرانہ رجحانات بھی کارفرما تھے۔ اسی بنا پر مسلم دنیا کے ایک بڑے طبقے نے مستشرقین کی تحقیقات کو ہمیشہ احتیاط کی نگاہ سے دیکھا اور یہ تصور عام رہا کہ استشراقی روایت نے اسلام اور

قرآنِ کریم کا مطالعہ مسلمانوں کے اپنے فہم اور تعبیرات کی روشنی میں کرنے کے بجائے خارجی زاویۂ نظر سے کیا۔ تحریکِ استشراق کے اغراض و مقاصد اور اس کے فکری پس منظر کے حوالے سے متعدد اہلِ علم نے تنقیدی مباحث پیش کیے ہیں۔ خصوصاً ایڈورڈ سعید نے اپنی معروف تصنیف Orientalism میں اس امر کی نشاندہی کی کہ استشراق محض ایک علمی سرگرمی نہیں تھا بلکہ اس کے پسِ پشت بعض تہذیبی، سیاسی اور فکری محرکات بھی کار فرما تھے، جنہوں نے مغربی اہلِ علم کے مطالعۂ اسلام کو متاثر کیا۔[1]

تحریکِ استشراق ایک ہمہ جہت علمی تحریک تھی جس کے پس منظر میں سیاسی، دفاعی، تہذیبی اور مذہبی عوامل کار فرما تھے۔ اگرچہ اس تحریک کے تحت اسلام اور قرآنِ کریم کے حوالے سے متعدد تحقیقات انجام پائیں، تاہم ان میں سے بعض نتائج اور آراء مسلمانوں کے نزدیک قابلِ نقد اور محلِ نظر قرار پائے۔ مسلمان اہلِ علم نے ان آراء کے علمی جائزے اور تنقیدی مطالعے پر بھی گراں قدر کام کیا ہے۔ تاہم زیرِ نظر مقالے کا مقصد ان نظریات کا رد یا تنقیدی تجزیہ نہیں بلکہ مغرب میں قرآنی مطالعات کی تاریخ، اس کے مناہج اور اس کے ارتقائی رجحانات کا جائزہ لینا ہے۔ البتہ جہاں ضرورت ہوگی وہاں مسلم علماء کے موقف کی طرف اجمالی اشارہ کیا جائے گا۔

معاصر مغربی علمی حلقوں میں یہ موقف بھی سامنے آیا ہے کہ کلاسیکی استشراق کا دور بڑی حد تک اختتام پذیر ہو چکا ہے اور موجودہ مغربی قرآنی مطالعات اپنے مناہج، اسالیب اور علمی رویوں کے اعتبار سے ماضی کے استشراقی طرزِ فکر سے نمایاں طور پر مختلف ہیں۔ بعض مغربی محققین کے مطابق عصرِ حاضر میں قرآنِ کریم کا مطالعہ زیادہ معروضی، علمی اور غیر مناظرانہ انداز میں انجام دیا جا رہا ہے۔ [2]

اسی طرح بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ مغربی جامعات اور تحقیقی مراکز میں مسلم محققین کی بڑھتی ہوئی شمولیت نے بھی مغربی علمی رویوں میں نمایاں تبدیلی پیدا کی ہے، جس کے نتیجے میں اسلام اور قرآنِ کریم کے مطالعے میں نسبتاً متوازن اور معروضی رجحانات فروغ پائے ہیں۔ [3]

اس فکری رجحان کے نمائندہ ناموں میں کارل ارنسٹ(Carl W. Ernst) ، جین ڈیمن میکالف (Jane Dammen McAuliffe) اور اینڈریو ریپن (Andrew Rippin) خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

معروضیت کے اس دعوے کی جانچ کے لیے ضروری ہے کہ معاصر مغربی قرآنی مطالعات کو ان کے تاریخی پس منظر کے ساتھ دیکھا جائے اور کلاسیکی و جدید مغربی تحقیقات کے درمیان موجود فکری اور منہجی فرق کا جائزہ لیا جائے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر اس مقالے میں ماضی قریب اور عصرِ حاضر کے مغربی ماہرینِ قرآنیات کی اہم تصنیفات، ان کے تحقیقی موضوعات، مناہجِ تحقیق اور مصادرِ علم کا اجمالی تعارف اور تجزیہ پیش کیا جائے گا، تاکہ اکیسویں صدی کے تناظر میں مستشرقین کے قرآنی مطالعات کے رجحانات کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

۲۔ تاریخِ مطالعۂ قرآن کا مختصر جائزہ

مسلم معاشروں میں قرآنِ کریم ایک مرکزی اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر یہ آغازِ اسلام ہی سے مسلم علماء کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور اس کے مختلف علوم، مباحث اور جہات پر وسیع پیمانے پر تحقیق و تصنیف کا سلسلہ جاری رہا۔ تفسیر، علومِ قرآن، قراءات، ناسخ و منسوخ، اسبابِ نزول اور دیگر متعلقہ موضوعات پر مسلم علماء نے گراں قدر علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔

قرآنیات کے میدان میں جہاں مسلم علماء نے دنیا کے کتب خانوں کو اپنی ضخیم اور وقیع تصنیفات سے مالا مال کیا، وہاں مغربی علماء نے بھی اس شعبے میں نمایاں دلچسپی

1 Edward Said, *Orientalism* (London: Penguin Books, 1995).

2 John O. Voll, "Changing Western Approaches to Islamic Studies" in *Observing the Observer: The State of Islamic Studies in American Universities*, eds. Mumtaz Ahmad, Zahid Bukhari and Sulayman Nayang (London: The International Institute of Islamic Thought, 2012), 28-33.

3 Carl W. Ernst, "Reading Strategies for Introducing the Qur'an as Literature in an American Public University", *Islamic Studies* 45:3 (2006): 333-334.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

کا اظہار کیا اور مختلف ادوار میں قرآنی مطالعات کے حوالے سے قابلِ ذکر علمی خدمات انجام دیں۔ مغرب میں قرآنیات سے وابستگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف انیسویں صدی کے وسط تک تقریباً ساٹھ ہزار کتابیں ایسے موضوعات پر لکھی جاچکی تھیں جو براہِ راست یا بالواسطہ قرآنِ کریم سے متعلق تھیں۔[4]

معاصر مغربی ماہرینِ قرآنیات میں کارل ارنسٹ (Carl W. Ernst) کا نام خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ یونیورسٹی آف نارتھ کیرولائنا، چیپل ہل میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں اور *Centre for the Study of Middle East and Muslim Civilizations* سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ اسلام اور قرآنِ کریم کے موضوع پر ان کے متعدد تحقیقی مقالات اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔

اسی طرح اینڈریو ریپن (Andrew Rippin) کینیڈا کے ممتاز مستشرق اور ماہرِ قرآنیات تھے۔ انہوں نے یونیورسٹی آف وکٹوریا، کینیڈا میں مختلف علمی مناصب پر خدمات انجام دیں۔ مغربی دنیا میں ان کا شمار قرآنیات کے اہم محققین میں ہوتا ہے اور انہوں نے قرآنی مطالعات سے متعلق متعدد کتابوں کی تدوین و اشاعت میں حصہ لیا۔

جین ڈیمن میکالف (Jane Dammen McAuliffe) بھی معاصر مغربی علمی دنیا کی ایک معروف محققہ ہیں۔ وہ مختلف جامعات میں کلیۂ اسلامیات کی سربراہ اور ڈین کے منصب پر فائز رہ چکی ہیں۔ قرآنیات کے موضوع پر ان کے متعدد علمی مضامین شائع ہو چکے ہیں، جبکہ اکیسویں صدی میں قرآنِ کریم پر ہونے والے سب سے نمایاں علمی منصوبے **انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن (Encyclopaedia of the Qur'an)** کی چیف ایڈیٹر بھی رہ چکی ہیں۔

مغرب میں قرآنی مطالعات کی بنیاد بارہویں صدی عیسوی میں رکھی گئی، جب پہلی مرتبہ قرآنِ کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ بظاہر اس کا مقصد قرآنِ کریم کا علمی تعارف اور اس کی تعلیمات کا مطالعہ تھا، لیکن عملی طور پر اس کے پس منظر میں مناظرانہ اور تبلیغی محرکات کار فرما تھے۔ اس حقیقت کی تائید قرآنِ کریم کے پہلے لاطینی مترجم رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton) کے ترجمے کے عنوان سے بھی ہوتی ہے، جس کا نام **Lex Mahumet Pseudo Prophete (محمد، جھوٹے نبی کا قانون)** رکھا گیا تھا۔ العیاذ باللہ۔

رابرٹ آف کیٹن (تقریباً 1110ء۔1160ء) ایک برطانوی مترجم اور عیسائی مبلغ تھا جس نے متعدد عربی کتابوں کو لاطینی زبان میں منتقل کیا۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بہت سے پہلو غیر واضح ہیں، تاہم قرآنِ کریم کا لاطینی ترجمہ اس کا سب سے معروف علمی کام سمجھا جاتا ہے۔ اس ترجمے کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے مصنف نے متعدد مقامات پر طنزیہ اور تحقیر آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں، جن میں *Mendax* (جھوٹا) اور *Stultissimus* (انتہائی احمق) جیسے الفاظ شامل ہیں۔[5] العیاذ باللہ۔

مشہور مستشرق آرتھر جے آربری (Arthur J. Arberry) اس ترجمے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"Such was the inglorious beginning of English renderings of the holy book of Islam by hostile intention." [6]

یعنی ''اسلام کی مقدس کتاب کے انگریزی تراجم کا آغاز اسی طرح ایک معاندانہ جذبے کے ساتھ ہوا، جو کسی طور باعثِ فخر نہیں تھا۔''

بارہویں صدی کے وسط سے لے کر سترہویں صدی تک رابرٹ آف کیٹن کا ترجمہ یورپ میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے تراجم میں شمار ہوتا رہا۔ بعد ازاں اطالوی، جرمن اور ڈچ زبانوں میں ہونے والے متعدد تراجم بھی اسی کی بنیاد پر مرتب کیے گئے، جس کے نتیجے میں اس کے منفی اور تعصبانہ اثرات مختلف تراجم کے اسلوب

4 Said, *Orientalism*, 64.

5 Thomas E. Burman, *Reading the Qur'an in Latin Christendom, 1140–1560* (Philadelphia: Pennsylvania University Press, 2007), P:15-

6 Arthur J. Arberry, *The Koran Interpreted* (New York: George Allen and Unwin, 1995) P:90.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اور عنوانات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔[7]

آرتھر جے آربری (1905ء-1969ء) برطانیہ کے معروف مستشرق، ماہرِ عربیات اور اسلامیات تھے۔ ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن **The Koran Interpreted** مغرب میں قرآنِ کریم کے معتبر تراجم میں شمار کیا جاتا ہے۔

رابرٹ آف کیٹن کے بعد مارک آف ٹولیڈو (Mark of Toledo) نے بھی قرآنِ کریم کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اس کے مقاصد بھی بڑی حد تک وہی تھے جو رابرٹ کے تھے، یعنی قرآنی تعلیمات کا تنقیدی اور مناظرانہ جائزہ لینا۔ چنانچہ اس کے ترجمے میں بھی متعدد مقامات پر سخت اور نامناسب الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

اگرچہ قرآنِ کریم کے ابتدائی تراجم زیادہ تر مناظرانہ اور جارحانہ نوعیت کے تھے، تاہم ان کا ایک مثبت پہلو یہ بھی تھا کہ انہی کے ذریعے مغرب میں قرآنِ کریم کو ایک علمی متن کے طور پر مطالعے کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں قرآنی مطالعات کا یہ رجحان بتدریج فروغ پاتا گیا اور متعدد مغربی علماء نے اپنی زندگیاں اس میدان میں صرف کیں۔

اس سلسلے کی نمایاں شخصیات میں جان آف سگوویا (John of Segovia)، نکولس آف کوسا (Nicholas of Cusa)، تھیوڈور بلیانڈر (Theodor Bibliander) اور دیگر اہلِ علم شامل ہیں۔ جان آف سگوویا (م 1458ء) ایک ہسپانوی مسیحی عالمِ دین اور ماہرِ الٰہیات تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے کے لیے علمی اور تحقیقی طریقِ کار اختیار کیا جانا چاہیے۔ اسی مقصد کے تحت اس نے قرآنِ کریم کے مطالعے میں کئی سال صرف کیے۔

نکولس آف کوسا (1401ء-1464ء) جان آف سگوویا کا ہم عصر تھا اور مسیحی دنیا کی مؤثر علمی شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔ اس نے اپنی کتاب **Cribratio Alchorani** میں قرآنِ کریم کا تفصیلی جائزہ لیا اور متعدد دلائل کے ذریعے مسیحیت کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اسی طرح تھیوڈور بلیانڈر (1505ء-1564ء) سولہویں صدی کا ایک سوئس مستشرق اور پروٹسٹنٹ مصلح تھا۔ اس نے قرآنِ کریم کے پہلے لاطینی ترجمے کو شائع کیا اور اس نظریے کا مضبوط حامی تھا کہ عیسائیت کے فروغ اور اسلامی تعلیمات کے رد کے لیے قرآنِ کریم کے تراجم عام کیے جائیں۔ شدید مذہبی مخالفت کے باوجود اس نے طویل جدوجہد کے بعد اس ترجمے کی اشاعت کی اجازت حاصل کر لی۔

مغرب میں قرآنی مطالعات کی اس تحریک کو مزید تقویت مارٹن لوتھر (Martin Luther) نے دی، جس نے قرآنِ کریم کے مطالعے کی بھرپور حمایت کی۔ وہ لکھتا ہے:

"It has struck me that one is able to do nothing more grievous to Mohammad or the Turks ... than to bring their Koran to the Christians in the light of day."[8]

(

یعنی "میرے نزدیک محمد یا ترکوں کو اس سے بڑھ کر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا کہ ان کا قرآن عیسائیوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ وہ خود دیکھ سکیں کہ یہ کس قدر ناقص کتاب ہے۔"

مزید ایک مقام پر وہ لکھتا ہے:

"If the holy fathers don't get the heretical book to read, how would they take steps against its secret poison?" [9]

7 Arthur J. Arberry, *The Koran Interpreted*

8 Harry Clark, "The Publication of the Koran in Latin: A Reformation Dilemma," *The Sixteenth Century Journal* 15:1 (1984): 10-11.

9 Ibid

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

''اگر مقدس علماء کو اس کتاب کا مطالعہ ہی میسر نہ ہو تو وہ اس کے پوشیدہ زہر کا تدارک کیسے کر سکیں گے؟''

اکیسویں صدی سے قبل مغربی قرآنی مطالعات کی نمایاں خصوصیات

اکیسویں صدی سے پہلے مغرب میں ہونے والے قرآنی مطالعات اور تراجمِ قرآن کے جائزے سے درج ذیل خصوصیات نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں:

- تراجم قرآن میں مناظرانہ اور معاندانہ الفاظ کا استعمال۔
- قرآنِ کریم اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں نامناسب اور تحقیر آمیز تعبیرات کا رواج۔
- مختلف مصنفین کے ہاں متضاد طرزِ فکر؛ ایک طرف قرآن کو متناقض اور غیر مربوط قرار دینا اور دوسری طرف اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کا اعتراف کرنا۔
- قرآنی مطالعات کا بنیادی مقصد علمی تحقیق سے زیادہ مذہبی مناظرہ اور تبلیغی سرگرمیوں کو تقویت دینا۔

اس تناظر میں جارج سیل (George Sale) ایک اہم استثنا کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جارج سیل (1697ء۔1736ء) ایک معروف برطانوی مستشرق تھا جس نے 1734ء میں عربی زبان سے براہِ راست قرآنِ کریم کا انگریزی ترجمہ کیا۔ اس ترجمے کے مقدمے میں اس نے قارئین کو نصیحت کی کہ مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز اور نامناسب زبان استعمال کرنا حکمت اور علمی دیانت کے خلاف ہے، لہٰذا اس روش کو ترک کر دینا چاہیے۔ [10]

جارج سیل کی اس نصیحت کے بعد مغربی اہلِ علم نے بڑی حد تک طنزیہ اور تحقیر آمیز زبان کے استعمال سے اجتناب کیا۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ عصرِ حاضر میں بھی بعض ایسی علمی تصنیفات سامنے آتی رہی ہیں جن کے مصنفین صدیوں پرانے استشراقی تصورات اور تعصبات سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہو سکے اور ان کی تحریروں میں قدیم فکری رجحانات کی جھلک واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔

مستشرقین کے مطالعۂ قرآن کے بنیادی رجحانات

مطالعۂ قرآن کے ضمن میں مغربی علماء نے مختلف ادوار میں چند مخصوص موضوعات و رجحانات کو ہمیشہ اپنی تحقیقات کا مرکز بنایا ہے۔ سترہویں صدی سے لے کر عصرِ حاضر تک کی قرآنی تحقیقات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موضوعات میں نمایاں وسعت کے باوجود بعض بنیادی مباحث مسلسل مغربی علمی روایت کا حصہ رہے ہیں۔ اسی طرح قدیم و جدید تراجمِ قرآن کے مقدمات اور پیش لفظوں کا مطالعہ بھی اس امر کی تائید کرتا ہے کہ چند موضوعات تقریباً تمام مستشرقین کے ہاں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ مختلف ادوار میں اسلوبِ بیان اور مناہجِ تحقیق میں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، تاہم فکری بنیادوں اور بنیادی نتائج میں نمایاں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں ان اہم موضوعات کا جائزہ لیا جائے گا اور ان کے مطالعے میں اختیار کیے گئے مناہج پر بھی مختصراً روشنی ڈالی جائے گی۔

1۔ مصدر و ماخذِ قرآن

مغربی ماہرینِ قرآنیات کے ہاں یہ تصور بڑی حد تک مسلمہ رہا ہے کہ قرآنِ کریم حضرت محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔ چنانچہ ان کی تحقیقات کا ایک بڑا حصہ اس مفروضے کے گرد گھومتا ہے کہ قرآنِ کریم کا ماخذ انسانی ہے، نہ کہ وحیِ الٰہی۔

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ قرآنِ کریم کے وحیِ الٰہی ہونے سے انکار یا اس میں شبہ پیدا کرنے کی کوشش کوئی نئی بات نہیں۔ عہدِ نبوی میں مشرکینِ مکہ بھی اس نوعیت کے اعتراضات پیش کرتے تھے، جن کا ذکر خود قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ تاہم قرآنِ مجید نے ان اعتراضات کے جواب میں انسانیت کو یہ چیلنج دیا کہ اگر یہ کلام انسانی تصنیف ہے تو اس جیسی ایک سورت یا کتاب پیش کر کے دکھائی جائے۔

جہاں تک اس دعوے کا تعلق ہے کہ قرآنِ کریم کا ماخذ تورات اور انجیل ہیں، تو مغربی مفکرین عموماً دو وجوہات کی بنا پر اس نظریے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرآن، تورات اور انجیل کی بعض بنیادی تعلیمات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ تاہم یہ مماثلت کسی بھی طرح تعجب کا باعث نہیں، کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تینوں آسمانی کتابوں کا اصل سرچشمہ ایک ہی ہے، اگرچہ تورات اور انجیل اپنی موجودہ صورت میں تحریف کا شکار ہو چکی ہیں، جس کا اعتراف بعض مغربی محققین بھی کرتے ہیں۔

10 George Sale, *The Koran* (London: C. Ackers for J. Wilcox, 1734), iii-ix.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

دوسری وجہ وہ تہذیبی احساسِ برتری ہے جس کی نشاندہی ایڈورڈ سعید نے اپنی تصنیفات میں تفصیل سے کی ہے۔ اس رجحان کے تحت مغربی مفکرین اسلامی تہذیب کی ہر علمی اور فکری کامیابی کو کسی نہ کسی سابقہ تہذیب سے منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں محمد مصطفیٰ الاعظمی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ بعض مستشرقین اسلام کی ہر کامیابی کو دوسری تہذیبوں سے جوڑنے کے درپے رہتے ہیں، خواہ معاملہ قرآنِ کریم کی آیات پر لگائے جانے والے وقف کے نشانات ہی کا کیوں نہ ہو۔ [11]

اسی رجحان کے تحت بعض اوقات ایسے نظریات بھی پیش کیے گئے جن کی کوئی مضبوط علمی بنیاد موجود نہیں تھی اور جنہیں بعد ازاں خود مغربی محققین نے قبول نہیں کیا۔

مختلف تحقیقی مناہج اختیار کرنے کے باوجود بیشتر مستشرقین بالآخر اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرآنِ کریم حضرت محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ بارہویں صدی میں پیٹر دی وینیریبل (Peter the Venerable) کی جانب سے پیش کیا گیا تصور مختلف شکلوں میں آج تک مغربی قرآنی مطالعات میں موجود ہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ قرآن کی تشکیل کے دوران نبی اکرم ﷺ نے کن ماخذ سے استفادہ کیا۔

) عیسائی مستشرقین کے نزدیک قرآنِ کریم کی تشکیل میں مسیحی روایات اور مذہبی لٹریچر بنیادی کردار رکھتے ہیں۔ [12]

اس کے برعکس یہودی محققین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآنِ کریم پر یہودی مذہبی روایات اور متون کا اثر زیادہ نمایاں ہے۔ [13]

اسی سلسلے میں 1972ء میں گونٹر لولنگ (Gunter Lüling) نے ایک منفرد نظریہ پیش کیا۔ اس کے مطابق قرآنِ کریم کا متن چار مختلف تہوں (Levels) پر مشتمل ہے، جن میں سے دو تہیں ابتدائی مسیحی دعاؤں اور شاعری سے ماخوذ ہیں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ قرآن کے حقیقی مفہوم تک رسائی کے لیے ان تہوں کو الگ کرنا ضروری ہے۔ [14]

تاہم یہ نظریہ اس قدر کمزور بنیادوں پر استوار تھا کہ نہ اس کے مصنف نے اس کے حق میں قابلِ قبول شواہد پیش کیے اور نہ ہی مغربی علمی حلقوں میں اسے پذیرائی حاصل ہو سکی۔

اکیسویں صدی میں اسی نوعیت کا ایک اور نظریہ سامنے آیا جس کے مطابق جزیرۂ عرب کا سماجی، تہذیبی اور مذہبی ماحول قرآنِ کریم کی تشکیل پر اثر انداز ہوا۔ [15]

معاصر مغربی قرآنی مطالعات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اصطلاحات اور اسالیب بدل گئے ہیں، تاہم قرآن کے ماخذ سے متعلق بنیادی تصورات بڑی حد تک وہی ہیں جو صدیوں پہلے پیش کیے گئے تھے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مغربی قرآنی مطالعات میں منہجی تبدیلی کے باوجود بعض بنیادی فکری مفروضات بدستور قائم ہیں۔

---

11 Muhammad Mustafa Al-A'zmi, *The History of the Qur'anic Text: From Revelation to Compilation* (Leicester: UK Islamic Academy, 2003), P291.

12 Richard Bell, *The Origin of Islam in Its Christian Environment* (London: Frank Cass & Co., 1968)P:101.

13 Theodore Nöldeke, *The History of the Qur'an* (Leiden: Brill, 2013)

14 Fred M. Donner, "The Qur'an in Recent Scholarship: Challenges and Desiderata," in *The Qur'an in Its Historical Context*, ed. Gabriel Said Reynolds (New York: Routledge, 2008),P: 29-50.

15 M. A. Draz, *Introduction to the Qur'an* (London: I. B. Tauris, 2011), P:99.

2۔ تاریخ اور ترتیبِ قرآن

ترتیبِ قرآن کا موضوع مغربی قرآنی مطالعات میں ایک اہم اور مستقل بحث کی حیثیت رکھتا ہے۔ قدیم اور جدید مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نے اس مسئلے پر تحقیق کی اور قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب کے بارے میں مختلف آراء پیش کیں۔ بعض محققین نے صرف موجودہ ترتیب پر تنقید کی، جبکہ بعض نے آگے بڑھ کر قرآنِ کریم کی از سرِ نو ترتیب بھی تجویز کی۔ ان مستشرقین کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ موجودہ مصحف مختلف آیات اور سورتوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں منطقی اور موضوعاتی ربط کمزور ہے۔ بظاہر قرآنی اسلوب سے ناواقفیت اور قرآنِ کریم کو دیگر مذہبی کتب کے معیار پر پرکھنے کے نتیجے میں وہ اس رائے تک پہنچے کہ قرآن میں ترتیب اور تسلسل کا فقدان پایا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ تھامس کارلائل (Thomas Carlyle)، جو مسلمانوں کے ہاں نسبتاً معتدل مغربی مفکر کے طور پر جانے جاتے ہیں، انہوں نے بھی اپنی کتاب *On Heroes, Hero-Worship, and the Heroic in History* میں قرآنِ کریم کے اسلوب کے بارے میں منفی رائے ظاہر کی۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی علماء عموماً قرآنِ کریم کا موازنہ ان کتابوں سے کرتے رہے ہیں جو مختلف ابواب اور عنوانات کے تحت مرتب کی جاتی ہیں۔ اسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے وہ قرآنِ کریم کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس میں مطلوبہ ترتیب موجود نہیں۔ حالانکہ قرآنِ کریم کا اسلوب اپنی نوعیت میں منفرد ہے اور اس کی ترتیب کو سمجھنے کے لیے اس کے اپنے ادبی اور بیانیاتی اصولوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

اسی تصور کی بنیاد پر متعدد مستشرقین نے سورتوں اور آیات کی از سرِ نو ترتیب مرتب کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ولیم میور (William Muir)، گستاو ویل (Gustav Weil) اور رچرڈ بیل (Richard Bell) کے نام نمایاں ہیں۔ رچرڈ بیل نے تو اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن میں سورتوں کی از سرِ نو ترتیب بھی پیش کی۔[16]

عصرِ حاضر کے مغربی قرآنی مطالعات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ترتیب کے مسئلے میں بھی بنیادی طور پر وہی نقطۂ نظر غالب ہے۔ متعدد جدید محققین کے نزدیک مصحفِ عثمانی کی تدوین کے دوران قرآنِ کریم کے مختلف اجزاء کو یکجا کر لیا گیا، لیکن ان کے درمیان مطلوبہ ربط و ترتیب قائم نہ کی جا سکی۔

کرسٹوفر بک (Christopher Buck) اسی تناظر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآنِ کریم کو جمع کرنے کی فوری ضرورت پیشِ نظر تھی، لہٰذا متن کے مختلف اجزاء کو یکجا تو کر دیا گیا، مگر ان کے باہمی ربط اور ترتیب کے مسئلے کو بعد کے ادوار کے لیے چھوڑ دیا گیا۔[17]

یہ نقطۂ نظر آج بھی مغربی قرآنی مطالعات کے ایک اہم رجحان کی حیثیت رکھتا ہے، اگرچہ جدید دور میں قرآن کے نظم، ساخت اور ادبی وحدت پر ہونے والی تحقیقات نے اس تصور کو متعدد پہلوؤں سے چیلنج بھی کیا ہے۔

3۔ جمعِ قرآن

جمعِ قرآن کا موضوع اسلامی علوم میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جمعِ قرآن کے مختلف مراحل اور ان سے متعلق روایات کا مطالعہ کرے، تاکہ قرآنِ کریم کی تدوین اور حفاظت کے تاریخی پس منظر کو بہتر طور پر سمجھ سکے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے، اس لیے قرآنِ مجید کا ہر لفظ اسی صورت میں امت تک منتقل ہوا ہے جس صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

تاہم علمی تحقیق کے تقاضوں کے پیشِ نظر ان روایات سے آگاہی بھی ضروری ہے جنہیں بعض مستشرقین اپنے استدلال کی بنیاد بناتے ہیں۔ ان میں بعض ضعیف روایات شامل ہیں جن میں قرآنِ کریم کے بعض حصوں کے فراموش ہو جانے یا کسی صحیفے کے ضائع ہو جانے جیسے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ مغربی محققین نے انہی روایات کو بنیاد بنا کر جمع و تدوینِ قرآن کے بارے میں مختلف شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

16 Richard Bell, *The Qur'an: Translated, With a Critical Rearrangement of the Surahs* (Edinburgh: T&T Clark, 1937), P:vi,

17 Christopher Buck, "Discovering", in *The Blackwell Companion to the Quran*, ed. Andrew Rippin (Oxford: Blackwell, 2006), P:24.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

جمع و تدوینِ قرآن کا موضوع مغربی قرآنی مطالعات میں ہمیشہ مرکزی حیثیت رکھتا رہا ہے۔ تراجمِ قرآن، علومِ قرآن کی کتب اور مستشرقین کی تحقیقی تصانیف میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ملے جس میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو نہ کی گئی ہو۔ حتیٰ کہ قرآنِ کریم کے قدیم مغربی تراجم کے مقدمات میں بھی اس موضوع پر مفصل مباحث موجود ہیں۔ اس طرزِ عمل کا ایک مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاری قرآنِ کریم کے متن کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے ہی اس تصور کو قبول کر لے کہ قرآن کی تاریخِ تدوین اور جمع کے حوالے سے متعدد شکوک و شبہات موجود ہیں۔

اس موضوع پر تحقیق کرنے والے مغربی علماء میں تھیوڈور نولڈیکے (Theodor Nöldeke) اور رچرڈ بیل (Richard Bell) کے نام نمایاں ہیں۔ عصرِ حاضر میں بھی اس موضوع پر وافر مواد دستیاب ہے، تاہم مجموعی طور پر نتائج اور بنیادی تصورات وہی ہیں جو کلاسیکی مستشرقین نے پیش کیے تھے۔

تھیوڈور نولڈیکے (1836ء۔1930ء) جرمنی کے معروف مستشرق اور ماہرِ قرآنیات تھے۔ ان کی تصنیف *The History of the Qur'an* مغربی دنیا میں قرآنی مطالعات کے حوالے سے ایک بنیادی ماخذ سمجھی جاتی ہے اور اس کا اثر بعد کے بیشتر مغربی محققین پر نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح رچرڈ بیل (1876ء۔1952ء) ایک برطانوی مستشرق اور ماہرِ عربیات تھے۔ ان کی اہم تصانیف میں *Introduction to the Qur'an* اور ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن شامل ہیں، جنہوں نے مغربی قرآنی مطالعات پر گہرا اثر ڈالا۔ جمعِ قرآن کے بارے میں مغربی نقطۂ نظر کی نمائندگی کرتے ہوئے اینڈریو رپن (Andrew Rippin) لکھتے ہیں کہ جمعِ قرآن سے متعلق مسلمانوں کا روایتی بیانیہ تاریخی تنقید کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔[18]

اسی طرح ایک معاصر محقق لکھتا ہے کہ مغربی علماء کی ایک بڑی تعداد اس بات پر متفق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت قرآنِ کریم مکمل طور پر مدوّن شکل میں موجود نہیں تھا۔ مزید یہ کہ دستیاب شواہد کی محدودیت کے باعث اس دور میں قرآنِ کریم کی حقیقی صورتِ حال کے بارے میں قطعی رائے قائم کرنا ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے بعض معاصر مغربی ماہرینِ قرآنیات کے نزدیک قرآن کی ایک ایسی تاریخ ابھی لکھی جانی باقی ہے جو جدید سائنسی تحقیق اور مکمل معروضیت پر مبنی ہو۔[19]

اگرچہ یہ آراء مغربی علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہیں، تاہم مسلم علماء کا موقف یہ ہے کہ جمعِ قرآن کے تمام مراحل مستند تاریخی روایات سے ثابت ہیں اور قرآنِ کریم اپنی اصل صورت میں محفوظ اور متواتر طریقے سے امت تک منتقل ہوا ہے۔

4۔ قراءاتِ قرآن

قراءاتِ قرآنیہ کا موضوع بھی ان اہم مباحث میں شامل ہے جن پر مغربی علماء نے خاصی توجہ دی ہے۔ مسلم علماء کے نزدیک قراءاتِ قرآنیہ وحی کا حصہ ہیں اور ان کی بنیاد براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر قائم ہے۔ چنانچہ مختلف قراءات کو قرآنِ کریم کی مشروع اور مستند صورتیں سمجھا جاتا ہے۔

اس کے برعکس مغربی ماہرینِ قرآنیات کی ایک بڑی تعداد قراءات کو وحی کے بجائے تاریخِ قرآن کا ایک مرحلہ تصور کرتی ہے۔ ان کے نزدیک قراءات مختلف ادوار میں تدریجی طور پر وجود میں آئیں اور ان کا تعلق بعد کے علمی اور فقہی مباحث سے ہے۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ معروف قراءات چوتھی صدی ہجری کے بعد منظم شکل میں سامنے آئیں، جبکہ ایک دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قراءات دراصل مفسرین اور فقہاء کی تفسیری کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ اس نظریے کے مطابق مختلف علماء نے اپنے فقہی اور تفسیری مؤقف کی تائید کے لیے بعض قراءات کو اختیار کیا یا فروغ دیا۔[20]

موضوعِ قراءات پر تحقیق کرنے والے مغربی علماء میں اگناز گولڈزیہر (Ignaz Goldziher)، الفونس منگانا (Alphonse Mingana) اور

18 Andrew Rippin, *The Qur'an in Its Interpretative Tradition* (Aldershot: Ashgate, 2001),P: xv.

19 Wiebke Walther, "Qur'an" in *The Brill Dictionary of Religion*, ed. Kocku von Stuckrad (Leiden: Brill, 2006)

20 Gabriel Said Reynolds, "Introduction", in *The Qur'an in Its Historical Context* (New York: Routledge, 2008)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) کے نام نمایاں ہیں۔ ان میں آرتھر جیفری کا کام خصوصی اہمیت کا حامل ہے، جس نے مختلف قراءات اور قرآنی متون سے متعلق روایات کو جمع کرنے میں طویل عرصہ صرف کیا۔

معاصر مغربی محققین میں جان برٹن (John Burton)، جان وانسبرو (John Wansbrough) اور اینڈریو رپن ان نظریات کے حامی سمجھے جاتے ہیں جن کے مطابق قراءات کا ارتقا فقہی اور تفسیری ضرورتوں کے تحت ہوا۔ ان کے نزدیک بعض فقہاء نے مختلف فقہی آراء کی تائید کے لیے مخصوص قراءات کو اختیار کیا اور بعد میں انہیں علمی روایت کا حصہ بنا دیا۔[21]

تاہم مسلم علماء اس نقطۂ نظر کو قبول نہیں کرتے اور ان کا موقف ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ متواتر سندوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہیں، لہٰذا انہیں محض تاریخی یا فقہی ارتقا کا نتیجہ قرار دینا علمی اعتبار سے درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں مسلم اور مغربی علمی روایت کے درمیان بنیادی اختلاف آج بھی برقرار ہے۔

5۔ غیر عربی الفاظ اور قرآنِ کریم

اگرچہ قرآنِ کریم کی زبان عربی ہے اور متعدد قرآنی آیات اس حقیقت کی صراحت کرتی ہیں کہ یہ ایک "عربی قرآن" ہے، تاہم مسلم علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ قرآنِ کریم میں چند ایسے الفاظ موجود ہیں جو اصل کے اعتبار سے غیر عربی زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان الفاظ کی تعداد تقریباً ایک سو کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ قرآنِ کریم کے مجموعی الفاظ، جو تقریباً ستتر ہزار نو سو چونتیس (77,934) ہیں، کے مقابلے میں یہ تعداد نہایت معمولی ہے۔ لہٰذا چند غیر عربی الاصل الفاظ کی موجودگی ان آیات کے منافی نہیں جن میں قرآن کو عربی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ مختلف زبانوں میں ایک دوسرے کے الفاظ کا داخل ہونا ایک فطری اور معروف لسانی عمل ہے۔ تاہم بعض مغربی ماہرینِ قرآنیات نے انہی محدود الفاظ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآنِ کریم مختلف تہذیبوں اور زبانوں سے اخذ شدہ مواد کا مجموعہ ہے اور حضرت محمد ﷺ نے مختلف زبانوں سے سنے گئے الفاظ کو قرآن میں شامل کیا۔ یہ دعویٰ بذاتِ خود علمی تحقیق کا متقاضی ہے۔

مغربی قرآنی مطالعات میں ایک مستقل رجحان ایسا موجود ہے جس نے قرآنِ کریم کے غیر عربی الفاظ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ ان محققین کے نزدیک قرآن میں غیر عربی الفاظ کی موجودگی اس امر کا ثبوت ہے کہ قرآنِ کریم انسانی تصنیف ہے۔ ان کے مطابق جب رسول اکرم ﷺ مختلف اقوام یا زبانوں سے متعارف ہوئے تو ان زبانوں کے بعض الفاظ قرآنِ کریم میں شامل ہو گئے۔ اس سلسلے میں آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس نے تقریباً 322 ایسے الفاظ کی نشاندہی کی جنہیں اس نے عبرانی، آرامی یا سریانی الاصل قرار دیا۔ اس نظریے کا قرآنِ کریم کی تعبیر و ترجمانی سے گہرا تعلق ہے، کیونکہ ان محققین کے نزدیک اگر کوئی لفظ کسی دوسری زبان سے ماخوذ ہے تو اس کی تشریح اور ترجمہ بھی اسی زبان کے اصل مفہوم کی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔[22]

اسی تناظر میں کرسٹوف لکسنبرگ (Christoph Luxenberg) نے قرآنِ کریم میں مذکور لفظ "حور" کی تعبیر "سفید انگور" کے طور پر کی۔ اس کے مطابق یہ لفظ آرامی زبان سے ماخوذ ہے اور آرامی زبان میں اس کا مفہوم سفید انگور ہے۔[23] لکسنبرگ کا یہ نظریہ علمی حلقوں کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ میں بھی خاصی شہرت حاصل کرنے میں کامیاب رہا، اگرچہ اسے متعدد محققین کی جانب سے تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ بعض معاصر مغربی محققین نے اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ قرآنِ کریم کے بعض الفاظ کی اصل چینی زبان سے جا ملتی ہے۔[24]

21 John Burton, *The Collection of the Qur'an* (New York: Cambridge University Press, 1977), P:119-212.

22 Michael Carter, "Foreign Vocabulary" in *The Blackwell Companion to the Qur'an*, ed. Andrew Rippin (Oxford: Blackwell, 2006), P: 212.

23 Christoph Luxenberg, *The Syro-Aramaic Reading of the Qur'an* (Berlin: Verlag Hans Schiler, 2007), P:247-253

24 Ibid.

ان نظریات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر عربی الفاظ کا مسئلہ محض لسانی تحقیق تک محدود نہیں، بلکہ اسے قرآنِ کریم کے ماخذ اور اس کی تعبیر و تشریح کے وسیع تر مباحث سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔

6۔ نقدِ متنِ قرآن

سترہویں صدی میں مغرب میں مقدس کتابوں کے مطالعے کے لیے نئے تحقیقی مناہج سامنے آئے۔ ان مناہج کے نتیجے میں محققین نے یہ دعویٰ کیا کہ بائبل کے مختلف نسخوں میں متعدد اختلافات اور اغلاط پائی جاتی ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے "نقدِ متن (Textual Criticism) "کا طریقۂ کار متعارف کرایا گیا، جس کا مقصد مختلف نسخوں اور مخطوطات کا باہمی تقابل کر کے اصل متن (Original Text) تک رسائی حاصل کرنا تھا۔ قرآنِ کریم کے معاملے میں صورتِ حال اس سے مختلف ہے۔ تکنیکی اعتبار سے نقدِ متن کا طریقہ اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب اصل متن موجود نہ ہو اور محقق مختلف نقول کا موازنہ کر کے اس کی بازیافت کی کوشش کرے۔ بائبل کے سلسلے میں یہ طریقۂ کار اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ اس کا اصل متن موجود نہیں اور دستیاب نسخے مختلف ادوار میں مرتب کیے گئے ہیں۔

اس کے برعکس قرآنِ کریم کی تدوین اور نقل و روایت کا تاریخی پس منظر یکسر مختلف ہے۔ قرآنِ مجید نہ تو مختلف صدیوں میں تدریجاً مرتب ہوا اور نہ ہی اس کی تشکیل میں مختلف علاقوں، زبانوں اور مصنفین نے حصہ لیا۔ بلکہ یہ ایک محدود عرصے میں ایک ہی شخصیت، یعنی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور نزولِ وحی سے لے کر تدوینِ قرآن تک اس کا لسانی اور جغرافیائی پس منظر یکساں رہا۔ جب سترہویں صدی میں نقدِ متن کا طریقہ متعارف ہوا تو مغربی مذہبی حلقوں میں اس کے خلاف شدید ردِ عمل سامنے آیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ طریقہ مقدس کتابوں کی قطعی حیثیت کو مشکوک بنا دیتا تھا۔ تاہم بعد ازاں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ اس طریقے کے ذریعے تورات اور انجیل کے متن کی اصلاح اور تاریخی تحقیق ممکن ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ اس طریقۂ کار کو علمی دنیا میں قبولیت حاصل ہوتی گئی۔

معاصر مغربی ماہرینِ قرآنیات کا ایک طبقہ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ چونکہ قرآنِ کریم بھی ایک تاریخی متن ہے، اس لیے اس پر بھی نقدِ متن کے اصولوں کا اطلاق ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ قرآنِ کریم تحریف اور اغلاط سے مکمل طور پر محفوظ ہے، تاریخی تنقید کے معیار پر پرکھا جانا چاہیے۔[25]

اس میدان میں سب سے زیادہ نمایاں کام جیمز بیلامی (James Bellamy) نے کیا۔ اس نے مختلف تحقیقی مقالات میں قرآنِ کریم کے تقریباً 290 ایسے الفاظ کی نشاندہی کی جنہیں وہ اصلاح طلب قرار دیتا ہے اور ان کے متبادل الفاظ تجویز کرتا ہے۔ اس کے نزدیک بعض مقامات پر موجود الفاظ اصل متن کی صحیح نمائندگی نہیں کرتے اور انہیں لسانی بنیادوں پر تبدیل کیا جانا چاہیے۔

تاہم بیلامی کے اس منہج کو خود مغربی علمی حلقوں میں وسیع پیمانے پر قبولیت حاصل نہیں ہو سکی۔ متعدد مغربی محققین نے اس کی آراء کو قیاس آرائی، ظنی استدلال اور غیر مستحکم مفروضات پر مبنی قرار دیا اور اس کے نتائج کو علمی اعتبار سے ناقابلِ اعتماد سمجھا۔[26]

اس بحث سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نقدِ متنِ قرآن کا موضوع معاصر مغربی قرآنی مطالعات میں ایک اہم میدانِ تحقیق کی حیثیت رکھتا ہے، تاہم اس سلسلے میں پیش کیے جانے والے بہت سے نظریات خود مغربی علمی حلقوں میں بھی اتفاقِ رائے حاصل نہیں کر سکے۔

7۔ مطالعۂ متنِ قرآن

گزشتہ صدی میں بعض مسلم مفکرین نے اس امر کی نشاندہی کی کہ مغربی قرآنی مطالعات طویل عرصے تک چند مخصوص موضوعات، مثلاً مصدرِ قرآن، جمعِ قرآن، قراءات اور تاریخِ قرآن کے گرد ہی گردش کرتے رہے ہیں۔ ان علماء کے نزدیک مغربی محققین نے زیادہ تر توجہ قرآنِ کریم کے تاریخی اور تنقیدی پہلوؤں پر

25 Devin J. Stewart, "Notes on Medieval and Modern Emendations of the Qur'an," in *The Qur'an in Its Historical Context*, ed. Gabriel Said Reynolds (New York: Routledge, 2008), 228-229.

26 James A. Bellamy, "Textual Criticism of the Koran," *Journal of the American Oriental Society* 121:1 (2001): 1-6.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

مرکوز رکھی، جبکہ قرآنِ مجید کے براہِ راست متن، اس کے مضامین اور اس کے فکری و اخلاقی پیغام کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش نسبتاً کم کی گئی۔[27]

بعض مسلم محققین کی اس تنقید کے بعد مغربی علمی حلقوں میں قرآنی مطالعات کے دائرۂ کار میں تدریجاً وسعت پیدا ہوئی۔ چنانچہ معاصر دور میں مغربی علماء کی توجہ صرف تاریخی اور تنقیدی مباحث تک محدود نہیں رہی، بلکہ انہوں نے براہِ راست قرآنِ کریم کے متن اور اس کے موضوعات کا مطالعہ بھی شروع کیا۔ اس تبدیلی کو مغربی قرآنی مطالعات میں ایک اہم اور مثبت پیش رفت قرار دیا جا سکتا ہے۔

عصرِ حاضر میں متعدد مغربی محققین نے قرآنِ کریم کے بنیادی مضامین، اخلاقی تعلیمات، سماجی تصورات، الٰہیات، نبوت، آخرت، عدل، انسانی حقوق اور دیگر موضوعات پر مستقل تحقیقات کی ہیں۔ اس سلسلے میں موضوعاتی مطالعۂ قرآن (Thematic Study of the Qur'an) کو خاص اہمیت حاصل ہوئی ہے، جس کے تحت قرآنِ کریم کے مختلف موضوعات کو مربوط انداز میں سمجھنے اور پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس رجحان کی نمایاں مثالیں وہ علمی تصانیف ہیں جنہوں نے قرآنِ کریم کے موضوعاتی مطالعے کو اپنی تحقیق کا محور بنایا۔ ان میں *The Blackwell Companion to the Qur'an* اور *The Cambridge Companion to the Qur'an* خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان دونوں کتب میں قرآنِ کریم کے مختلف موضوعات، علوم اور فکری مباحث پر متعدد تحقیقی مقالات شامل کیے گئے ہیں، جو معاصر مغربی قرآنی مطالعات کے رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔

اسی طرح *The Great Themes of the Qur'an* بھی ایک اہم تصنیف ہے جس میں قرآنِ کریم کے بنیادی اور مرکزی موضوعات کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس نوعیت کی تحقیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی علمی دنیا میں اب قرآنِ کریم کو محض ایک تاریخی دستاویز یا تنقیدی مطالعے کے موضوع کے طور پر نہیں دیکھا جا رہا، بلکہ اس کے فکری، اخلاقی اور معنوی پہلوؤں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اینڈریو ریپن (Andrew Rippin) نے بھی اپنے ایک تحقیقی مقالے میں اس رجحان کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مغرب میں موضوعاتی مطالعۂ قرآن پر تیزی سے کام ہو رہا ہے، جو اس امر کی علامت ہے کہ معاصر ماہرینِ قرآنیات قرآنِ کریم کے متن اور اس کے مضامین میں بڑھتی ہوئی دلچسپی رکھتے ہیں۔[28]

اگرچہ معاصر مغربی قرآنی مطالعات میں موضوعاتی تحقیق کا یہ رجحان ایک مثبت پیش رفت تصور کیا جا سکتا ہے، تاہم مجموعی جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآنِ کریم کے ماخذ، تاریخِ تدوین، قراءات اور متن سے متعلق قدیم مباحث اب بھی مغربی تحقیقات کا بنیادی حصہ ہیں۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ اہم ہے کہ موجودہ صدی میں مغربی محققین کی ایک قابلِ ذکر تعداد قرآنِ کریم کے متن اور اس کے فکری و اخلاقی پیغام کو براہِ راست سمجھنے اور پیش کرنے کی جانب بھی متوجہ ہوئی ہے، جو مغربی قرآنی مطالعات میں ایک نسبتاً نئی جہت کی نمائندگی کرتی ہے۔

مستشرقین کے مطالعۂ قرآن کے منابع اور طریقہ ہائے کار

مغربی دنیا میں قرآنیات سے وابستہ علماء کو عمومی طور پر دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ وہ ہے جس نے قدیم اور جدید ادوار میں خالصتاً مناظرانہ اور مذہبی مقاصد کے تحت قرآنِ کریم کا مطالعہ کیا۔ اس کی نمایاں مثالیں رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton)، تھیوڈور بیبلیانڈر (Theodor Bibliander) اور مارٹن لوتھر (Martin Luther) ہیں، جنہوں نے بنیادی طور پر عیسائیت کے دفاع اور اسلامی تعلیمات کے رد کے لیے قرآنِ کریم پر تحقیق کی۔

دوسرا گروہ ان علماء پر مشتمل ہے جنہیں عموماً "سیکولر ہیومنسٹ (Secular Humanists)" کہا جاتا ہے۔ اس طبقے کے نزدیک قرآنِ کریم کا مطالعہ خالص علمی اور تحقیقی مقاصد کے لیے کیا جانا چاہیے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ مذہبی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر تاریخی متون کا موضوعی اور تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں۔ سیکولر

27 Fazlur Rahman, *Major Themes of the Qur'an* (Chicago: The University of Chicago Press, 2009), xvi-xx.

28 Andrew Rippin, "Qur'anic Studies" in *The Bloomsbury Companion to Islamic Studies*, ed. Clinton Bennett (London: Bloomsbury, 2013), 59-74.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

ہیومنسٹ محققین کے نزدیک علمی تحقیق میں مذہبی اعتقادات کو فیصلہ کن حیثیت دینا معروضیت کے منافی ہے۔

مغربی علمی روایت میں قرآنِ کریم سے قبل تورات اور انجیل کے مطالعے میں بھی متعدد ایسے تحقیقی مناہج استعمال کیے گئے جن کا تعلق سماجی علوم اور تاریخی تحقیق سے تھا۔ مغربی محققین عمومی طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ تورات اور انجیل، دیگر تاریخی متون کی طرح، تنقیدی مطالعے اور علمی تجزیے کی محتاج ہیں، اور ان کا مطالعہ کرتے وقت مذہبی عقائد کو تحقیق کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔[29]

یہ نقطۂ نظر بائبلی مطالعات کی حد تک تو قابلِ فہم ہے، لیکن مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہی مناہج بلا تنقیح قرآنی مطالعات پر منطبق کیے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے متعدد مسلم محققین نے مغربی مناہجِ تحقیق پر تنقید کی ہے اور انہیں قرآنِ کریم کے مزاج اور تاریخ سے غیر موافق قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خلیفہ حسن کی تصنیف دراسة القرآن الكريم عند المستشرقين في ضوء علم نقد الكتاب المقدس خصوصی اہمیت کی حامل ہے، جس میں انہوں نے بائبلی تنقید کے اصولوں کو قرآنِ کریم پر منطبق کرنے کے رجحان پر مفصل نقد کیا ہے۔

بہر حال، مغربی قرآنی مطالعات میں چند ایسے تحقیقی مناہج اور رجحانات نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو آج بھی مختلف سطحوں پر استعمال ہو رہے ہیں۔

1۔ تاریخی تنقید (Historical Criticism)

تاریخی تنقید ایک ایسا تحقیقی منہج ہے جو بنیادی طور پر اٹھارہویں صدی میں تورات اور انجیل کے قدیم نسخوں کے مطالعے اور تجزیے کے لیے استعمال کیا گیا۔ بعد ازاں یہ منہج متعدد ذیلی شاخوں میں تقسیم ہو گیا، جن میں **Textual Criticism**، **Source Criticism** اور **Form Criticism** خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس منہج کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی جب سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں بائبل کے مختلف نسخوں کے درمیان نمایاں اختلافات اور تضادات سامنے آئے۔ ان اختلافات نے محققین کو تاریخی اور تنقیدی طریقۂ کار اختیار کرنے پر آمادہ کیا تاکہ متن کی اصل صورت تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مناہج دیگر مذاہب کی مقدس کتب کے مطالعے میں بھی استعمال ہونے لگے۔

انیسویں صدی میں یہی طریقۂ کار قرآنی مطالعات میں بھی متعارف کرایا گیا اور اس کے ذریعے قرآنِ کریم کے ماخذ، تاریخِ تدوین، جمعِ قرآن اور دیگر موضوعات پر تحقیق کی گئی۔[30]

اسی منہج کو بعض مستشرقین نے سیرتِ نبوی اور حدیثی لٹریچر کے مطالعے میں بھی استعمال کیا۔ اس سلسلے میں الویس اشپرنگر (Aloys Sprenger)، گستاو ویل (Gustav Weil) اور ولیم میور (William Muir) کے نام نمایاں ہیں، جنہوں نے اپنی سیرت نگاری میں انہی تاریخی و تنقیدی اصولوں کی بنیاد پر متعدد اعتراضات اٹھائے۔

قرآنی مطالعات میں تاریخی تنقید کے اطلاق کو منظم شکل دینے والوں میں جولیئس ویلہاؤزن (Julius Wellhausen) کا نام خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے، جس کے نظریات نے بعد کے مستشرقین کو گہرے طور پر متاثر کیا۔

2۔ تقابلی منہج (Comparative Method)

تقابلی منہج سے مراد دو یا دو سے زیادہ متون، نظریات یا تصورات کا باہمی موازنہ کر کے ان کے درمیان مماثلتوں اور اختلافات کو واضح کرنا ہے۔ مغربی قرآنی

29 W. Neil, "The Criticism and Theological Use of the Bible, 1700-1950," in *The Cambridge History of the Bible: The West from the Reformation to the Present Day*, ed. S. L. Greenslade (London: Cambridge University Press, 1963), 3:238-293.

30 Einar Thomassen, "Philology" in *The Routledge Handbook of Research Methods in the Study of Religion*, eds. Michael Stausberg and Steven Engler (New York: Routledge, 2011), 349.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

مطالعات میں یہ طریقۂ کار وسیع پیمانے پر استعمال ہوا ہے۔ اس منہج کے تحت محققین قرآنِ کریم کے کسی مخصوص موضوع، واقعے یا عقیدے کا تقابل تورات، انجیل یا دیگر مذہبی متون سے کرتے ہیں اور ان کے مابین فکری یا لفظی مماثلتوں کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نوعیت کے بے شمار تحقیقی مقالات اور کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں مختلف قرآنی موضوعات کا بائبلی روایات کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ اکثر مستشرقین اس تقابل سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور سابقہ مذہبی کتب میں بعض مشترک تصورات پائے جاتے ہیں، اس لیے قرآنِ کریم نے ان متون سے اثر قبول کیا ہے یا انہی کو اپنے ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اگرچہ تقابلی مطالعہ بذاتِ خود ایک معتبر تحقیقی منہج ہے، تاہم اس سے اخذ کیے جانے والے نتائج ہمیشہ یکساں طور پر قابلِ قبول نہیں ہوتے، خصوصاً جب مماثلت کو براہِ راست ماخذ یا اخذ و اقتباس کی دلیل قرار دیا جائے۔

3۔ سماجی علوم کے مناہج (Social Sciences Methods)

انیسویں اور بیسویں صدی میں سماجی علوم کی ترقی کے ساتھ مذہبی مطالعات میں بھی سماجی و معاشرتی تحقیق کے طریقوں کا استعمال بڑھنے لگا۔ اس رجحان نے قرآنی مطالعات کو بھی متاثر کیا اور مختلف سماجی علوم کے مناہج کو قرآن اور مسلم معاشروں کے مطالعے میں استعمال کیا جانے لگا۔

اس کی ایک نمایاں مثال **Case Study Method** ہے، جس کے تحت کسی خاص معاشرے، علاقے یا فرد کے بارے میں تفصیلی معلومات جمع کر کے اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقے کو استعمال کرتے ہوئے مغربی محققین مسلم معاشروں میں قرآنِ کریم کے کردار اور اثرات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مختلف مسلم معاشروں میں قرآنِ کریم کو کس حد تک عملی زندگی کا حصہ سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ عوام کا تعلق کس نوعیت کا ہے۔ اس ضمن میں کئی تحقیقی مطالعات قابلِ ذکر ہیں جن میں مراکش، افریقہ اور دیگر مسلم معاشروں میں قرآنی تعلیم اور قرآنی ثقافت کا جائزہ لیا گیا ہے۔[31]

اسی طرح معاصر دور میں بعض محققین نے شماریاتی طریقوں (Statistical Methods) کو بھی استعمال کیا ہے تاکہ مسلم معاشروں میں قرآنِ کریم کے اثرات، قرآنی تعلیم کے پھیلاؤ اور مذہبی رویّوں کا عددی تجزیہ کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں *Journal of Qur'anic Studies* کا کردار خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس علمی مجلے نے متعدد خصوصی شمارے شائع کیے ہیں جن میں مختلف خطوں، بالخصوص افریقہ، میں قرآنی تعلیم، تفسیر اور قرآنی ثقافت کے موضوعات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

مستشرقین کے مطالعہ قرآن کے رجحانات کا تجزیاتی جائزہ

مغرب میں مطالعۂ قرآن کی تاریخ، بنیادی موضوعات اور تحقیقی مناہج کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغربی قرآنی مطالعات کسی جمود کا شکار نہیں ہیں۔ خصوصاً اکیسویں صدی میں قرآنیات کے میدان میں متعدد نئے موضوعات، مناہج اور زاویہ ہائے نگاہ سامنے آئے ہیں، جن سے اس شعبے میں مسلسل ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاہم اس تمام تنوع کے باوجود ایک حقیقت قابلِ غور ہے کہ اگرچہ اسلوب، مناہج اور تحقیقی طریقوں میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، لیکن قرآنِ کریم کے ماخذ، تاریخِ قرآن اور اسلامی مصادر کے بارے میں مغربی علمی روایت کے بنیادی تصورات میں بڑی حد تک تسلسل برقرار ہے۔ مثال کے طور پر بارہویں صدی کے مستشرق پیٹر دی وینیریبل (Peter the Venerable) کے اس تصور کی بازگشت آج بھی جدید مغربی تحقیقات میں سنائی دیتی ہے کہ قرآنِ کریم سابقہ مذہبی روایات سے ماخوذ ہے۔ جیمز کریٹزک (James Kritzeck) اپنی کتاب میں پیٹر کا یہ قول نقل کرتا ہے:

"Thus Muhammad, instructed by the best Jewish and heretical doctors, produced his Koran."[32]

31 Jarmo Houtsonen, "Traditional Qur'anic Education in a Southern Moroccan Village," *International Journal of Middle East Studies* 26:3 (1994): 489-500; Yahya Oyewole Imam, "The Tradition of Qur'anic Learning in Borno," *Journal of Qur'anic Studies* 6:2 (2004): 96-102)

32 James Kritzeck, *Peter the Venerable and Islam* (New Jersey: Princeton University Press, 1964), p:132.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

یعنی:

''محمد کو یہودی اور بدعتی علماء نے تعلیم دی، جس کے نتیجے میں وہ اپنا قرآن پیش کرنے کے قابل ہوئے۔''

یہ تصور مغربی قرآنی مطالعات کے ایک بنیادی فکری رجحان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لیے معاصر علمی تصانیف، خصوصاً *Encyclopaedia of the Qur'an* جیسے مراجع میں بھی مختلف موضوعات کے تحت یہ تاثر بارہا سامنے آتا ہے کہ قرآنِ کریم کے متعدد تصورات اور تعلیمات کا تعلق سابقہ یہودی اور عیسائی روایات سے ہے۔ مثال کے طور پر کلمۂ شہادت کے بارے میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"This formula can be traced back indirectly via a supposed Jewish-Arabic version to Aramaic translations of Deuteronomy 6:4."(33)

یعنی:

''اس جملے (کلمۂ شہادت) کا سراغ بالواسطہ طور پر ایک مفروضہ یہودی-عربی روایت کے ذریعے استثناء 6:4 کے آرامی تراجم تک پہنچایا جا سکتا ہے۔''

یہ مثال اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ مغربی قرآنی مطالعات میں اگرچہ مناہج اور اسالیب تبدیل ہو چکے ہیں، لیکن قرآنِ کریم کے ماخذ اور اسلامی تعلیمات کی اصل کے بارے میں بنیادی فکری رجحانات بڑی حد تک برقرار ہیں۔

۵۔ مغرب، قرآنیات اور مسلم علماء کا موقف

اہلِ علم پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ عمومی طور پر مسلمان اور بالخصوص مسلم علماء مغربی دنیا میں ہونے والے قرآنی مطالعات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم مسلم معاشروں میں محض ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ عقیدے، فکر اور تہذیب کا مرکزی سرچشمہ ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے، جو وحیِ الٰہی پر مشتمل ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کے ماخذ، تاریخ، تدوین یا متن کے بارے میں ایسے نظریات جو اس بنیادی عقیدے سے متصادم ہوں، مسلم علماء کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہوتے۔

مسلم علماء کا غالب موقف یہ رہا ہے کہ مغربی قرآنیات دراصل تحریکِ استشراق ہی کا ایک تسلسل ہے۔ ان کے نزدیک اگرچہ معاصر مغربی تحقیقات کا اسلوب نسبتاً علمی اور محتاط ہو گیا ہے، لیکن ان کے بنیادی مفروضات اور نتائج بڑی حد تک وہی ہیں جو قدیم مستشرقین کے ہاں پائے جاتے تھے۔ اسی بنا پر مسلم معاشروں میں استشراق اور مغربی قرآنی مطالعات کے حوالے سے ایک عمومی تحفظ اور عدمِ اعتماد پایا جاتا ہے۔

بعض مسلم علماء نے تو نہایت صراحت کے ساتھ مغربی قرآنی مطالعات کو مسترد کیا ہے اور اس کی متعدد وجوہات بھی بیان کی ہیں۔ ان کے نزدیک مغربی محققین اکثر قرآنِ کریم کو ایک تاریخی اور انسانی دستاویز کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ مسلمان اسے وحیِ الٰہی اور ماورائے انسانی مصدر رکھنے والی کتاب قرار دیتے ہیں۔ یہی بنیادی فرق دونوں علمی روایتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرتا ہے۔

پاکستانی نژاد ممتاز مسلم مفکر فضل الرحمن (Fazlur Rahman) اپنی معروف کتاب *Major Themes of the Qur'an* میں لکھتے ہیں کہ بہت سے مغربی علماء قرآنِ کریم کا مطالعہ اس نیت سے کرتے ہیں کہ اس میں انسانی عناصر اور تاریخی اثرات تلاش کیے جا سکیں، جبکہ نسبتاً کم محققین ایسے ہیں جو قرآنِ کریم کے اصل پیغام اور اس کے بنیادی موضوعات کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں۔(34)

مسلم علماء کا ایک اہم اعتراض یہ بھی ہے کہ مغربی علمی دنیا میں مسلمانوں کے علمی ورثے اور روایتی علمی ذخیرے کو اکثر مطلوبہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ ان کے نزدیک مغربی محققین اپنی تحقیقات کے لیے ''معروضی (Objective) '' اور ''سائنسی (Scientific) '' جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جبکہ مسلم علماء کی علمی

33 Ibid

34 Fazlur Rahman, *Major Themes of the Qur'an* (Chicago: The University of Chicago Press, 2009), xvi-xx

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

خدمات اور روایتی مصادر کو اکثر شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مسلم مفکرین کے نزدیک یہ رویہ خود معروضیت کے دعوے پر سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔

تاہم اس امر کا اعتراف خود بعض معتدل مزاج مغربی محققین بھی کرتے ہیں کہ مغرب میں مختلف مذاہب کے مطالعے کے دوران اسلام وہ مذہب ہے جس کے بارے میں سب سے زیادہ غلط فہمیاں اور تعصبات پائے گئے ہیں۔ ان کے نزدیک تاریخی، سیاسی اور مذہبی عوامل نے اسلام کے بارے میں مغربی علمی روایت کو گہرے طور پر متاثر کیا، جس کے اثرات آج بھی بعض علمی مباحث میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

اس تمام بحث کے تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی قرآنی مطالعات اور مسلم علمی روایت کے درمیان اصل اختلاف محض تحقیقی نتائج کا نہیں بلکہ بنیادی علمی مفروضات، مصادرِ علم اور زاویۂ نظر کا بھی ہے۔ مغربی محققین قرآنِ کریم کو عموماً ایک تاریخی متن کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ مسلم علماء اسے وحیِ الٰہی اور ابدی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ یہی بنیادی فرق ان دونوں علمی روایتوں کے مابین جاری مباحث اور اختلافات کی اصل بنیاد ہے۔

خلاصۂ بحث و نتائج

زیرِ نظر مقالے میں اکیسویں صدی کے تناظر میں مستشرقین اور مغربی اہلِ علم کے قرآنی مطالعات کے رجحانات، موضوعات، مناہج اور فکری بنیادوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مغرب میں مطالعۂ قرآن کی روایت ایک طویل تاریخی پس منظر رکھتی ہے، جس کا آغاز قرونِ وسطیٰ میں ہوا اور جو مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے عصرِ حاضر تک پہنچی ہے۔ اگرچہ مغربی قرآنیات کے اسلوب، مناہج اور تحقیقی ذرائع میں وقت کے ساتھ نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، تاہم قرآنِ کریم کے ماخذ، تاریخ تدوین اور مصادرِ اسلام کے حوالے سے بنیادی فکری رجحانات میں ایک واضح تسلسل پایا جاتا ہے۔ اس مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی مغربی قرآنی مطالعات زیادہ تر مناظرانہ، دفاعی اور مذہبی مقاصد کے تحت انجام دیے گئے۔ قدیم تراجمِ قرآن اور مستشرقین کی تصانیف میں اسلام، قرآنِ کریم اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں تعصب آمیز رویّے اور منفی تصورات نمایاں طور پر موجود تھے۔ بعد کے ادوار میں اگرچہ اسلوب میں اعتدال پیدا ہوا اور تحقیقی معیار بہتر ہوئے، لیکن بعض بنیادی مفروضات آج بھی مغربی علمی روایت میں برقرار ہیں۔

اکیسویں صدی میں مغربی قرآنیات کے دائرۂ تحقیق میں وسعت آئی ہے اور اب صرف تاریخِ قرآن، جمعِ قرآن، قراءات اور مصادرِ قرآن ہی نہیں بلکہ موضوعاتِ قرآن، قرآنی فکر، اخلاقیات، سماجی تعلیمات اور قرآنی بیانیے بھی تحقیق کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس تبدیلی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاصر مغربی محققین قرآنِ کریم کے متن اور اس کے موضوعاتی مطالعے کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ مغربی قرآنیات کے متعدد نمائندہ علمی کام آج بھی ایسے مفروضات پر قائم ہیں جو مسلم علمی روایت سے بنیادی طور پر مختلف ہیں۔ قرآنِ کریم کے الہامی ماخذ، اس کی تدوین، قراءات اور تاریخی حیثیت کے حوالے سے مغربی اور مسلم علمی روایتوں کے درمیان اختلافِ نظر بدستور موجود ہے۔ یہی اختلاف مسلم دنیا میں مغربی قرآنی مطالعات کے بارے میں تحفظات اور تنقیدی رویّے کا ایک اہم سبب ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ مغربی علماء قرآنیات میں معروضیت (Objectivity) اور علمیت (Scientific Approach) کے دعوے عام ہیں، لیکن بہت سے مسلم محققین کے نزدیک یہ دعوے اس وقت تک مکمل طور پر قابلِ قبول نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی مصادر، مسلم علمی روایت اور مسلمانوں کے مذہبی شعور کو مناسب علمی اہمیت نہ دی جائے۔ اسی وجہ سے مسلم دنیا کے ایک بڑے طبقے میں مغربی قرآنی مطالعات کے بارے میں عدمِ اعتماد پایا جاتا ہے۔

معروف مغربی محقق اینڈریو رپن نے بھی اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ مسلمانوں کی مغربی قرآنیات سے عدم دلچسپی اور ناپسندیدگی کی ایک بڑی وجہ ماضی کے وہ ناخوشگوار تجربات ہیں جن میں اسلام اور قرآنِ کریم کے بارے میں غیر منصفانہ اور تعصب پر مبنی آراء پیش کی گئیں۔ اگرچہ معاصر مغربی محققین اپنے علمی کاموں کو زیادہ معروضی اور غیر جانب دار قرار دیتے ہیں، لیکن عملی طور پر اب بھی متعدد ایسی تصانیف اور تحقیقات سامنے آتی ہیں جن میں قدیم مستشرقانہ رجحانات کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مغربی علماء واقعی علمی معروضیت اور غیر جانب داری کے دعوے کو مستحکم بنانا چاہتے ہیں تو انہیں ان عوامل کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا جو مسلم دنیا میں مغربی قرآنی مطالعات کے بارے میں بداعتمادی اور ناپسندیدگی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح مسلم علماء اور مغربی محققین کے درمیان علمی مکالمہ، باہمی احترام اور تحقیق کے مشترکہ اصولوں کی بنیاد پر تعاون مستقبل میں قرآنی مطالعات کے میدان میں زیادہ متوازن اور نتیجہ خیز پیش رفت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اہم نتائج

* مغرب میں قرآنی مطالعات کی روایت قرونِ وسطیٰ سے جاری ہے اور اس کی بنیاد ابتدا میں مذہبی و مناظرانہ مقاصد پر قائم تھی۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

* قدیم اور جدید مغربی قرآنیات کے مناہج میں نمایاں فرق موجود ہے، لیکن بنیادی فکری مفروضات میں کافی حد تک تسلسل پایا جاتا ہے۔
* مغربی علماء کے نزدیک قرآنِ کریم کا تاریخی مطالعہ ایک بنیادی علمی ضرورت ہے، جبکہ مسلم علماء اسے وحیِ الٰہی اور محفوظ متن قرار دیتے ہیں۔
* مصدرِ قرآن، جمعِ قرآن، قراءات اور ترتیبِ قرآن ایسے موضوعات ہیں جو مغربی قرآنیات میں مسلسل زیرِ بحث رہے ہیں۔
* اکیسویں صدی میں موضوعاتی مطالعۂ قرآن (Thematic Study of the Qur'an) کی طرف مغربی محققین کی توجہ میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔
* مغربی قرآنی مطالعات میں تاریخی تنقید، تقابلی مطالعہ اور سماجی علوم کے مناہج کا وسیع استعمال کیا جاتا ہے۔
* مسلم علماء کی ایک بڑی تعداد مغربی قرآنیات کو استشراق کے تسلسل کے طور پر دیکھتی ہے۔
* مغربی علمی دنیا میں اسلام اور قرآن کے بارے میں بعض قدیم تعصبات کے اثرات اب بھی بعض تحقیقات میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔
* معاصر مغربی قرآنیات میں اسلوب اور تحقیق کے معیار میں بہتری آئی ہے، لیکن مسلم دنیا کے تحفظات مکمل طور پر ختم نہیں ہوئے۔
* قرآنی مطالعات کے میدان میں مستقبل کی مثبت پیش رفت کے لیے مسلم اور مغربی علمی روایتوں کے درمیان تعمیری مکالمہ اور باہمی احترام ناگزیر ہے۔

تجاویز و سفارشات

زیرِ بحث مطالعے کی روشنی میں درج ذیل تجاویز و سفارشات پیش کی جاتی ہیں، جو مستقبل میں قرآنیات اور مستشرقانہ مطالعات کے میدان میں نئی تحقیقی جہات متعین کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں:

- اکیسویں صدی میں مغربی جامعات اور تحقیقی مراکز میں قرآنیات کے حوالے سے بڑی تعداد میں تحقیقی کام سامنے آیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تحقیقات کا محض ردّ یا قبول کرنے کے بجائے علمی اور تنقیدی تجزیہ کیا جائے تاکہ ان کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو متوازن انداز میں سمجھا جاسکے۔
- مغربی قرآنی مطالعات اور مسلم علمی روایت کے تحقیقی اصولوں، مناہج اور مصادر کا تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ دونوں علمی روایتوں کے اشتراک اور اختلاف کے نکات واضح ہو سکیں اور ایک متوازن علمی مکالمے کی بنیاد رکھی جاسکے۔
- موجودہ دور کے نمایاں مغربی محققین مثلاً اینڈریو رِپن، جین ڈیمن میکالف، کارل ارنسٹ، فریڈ ڈونر، گیبریل سیّد رینولڈز اور دیگر اہلِ علم کے قرآنی افکار و نظریات پر مستقل تحقیقی مطالعات انجام دیے جائیں تاکہ جدید مغربی قرآنی رجحانات کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔
- یہ ایک اہم اور نسبتاً غیر مطروق میدان ہے کہ مغربی جامعات میں قرآنِ کریم کو کس انداز سے پڑھایا جا رہا ہے، کن مصادر کو بنیادی حیثیت دی جاتی ہے اور طلبہ کے سامنے قرآن کا کون سا علمی تصور پیش کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر مستقل تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔
- ڈیجیٹل ہیومینٹیز (Digital Humanities) کے فروغ کے ساتھ مغرب میں قرآنِ کریم کے مطالعے کے لیے مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل مخطوطات، ڈیٹا اینالیسز اور کمپیوٹیشنل لسانیات جیسے جدید ذرائع استعمال ہو رہے ہیں۔ مسلم جامعات کو بھی اس میدان میں تحقیقی منصوبے شروع کرنے چاہییں تاکہ جدید ٹیکنالوجی کو قرآنی مطالعات کے لیے بروئے کار لایا جاسکے۔
- بعض مستشرقین کے نظریات ابھی تک اردو اور عربی زبان میں تنقیدی جائزے سے محروم ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے اہم علمی کاموں کا ترجمہ، تجزیہ اور علمی نقد کیا جائے تاکہ مسلم علمی دنیا ان مباحث میں فعال کردار ادا کر سکے۔
- قرآنی مطالعات کے میدان میں یک طرفہ تنقید یا ردّ کے بجائے مشترکہ علمی منصوبوں، بین الاقوامی کانفرنسوں اور تحقیقی مکالمے کو فروغ دیا جانا چاہیے تاکہ قرآنِ کریم کے بارے میں زیادہ متوازن اور علمی فہم پیدا ہو سکے۔
- مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) اور مشین لرننگ کے ذریعے قرآنی اسلوب، الفاظ، موضوعات، تراجم اور تفاسیر کے مطالعے کے نئے امکانات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ میدان مستقبل میں قرآنی تحقیقات کی ایک نئی جہت بن سکتا ہے جس پر مسلم محققین کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔
- جدید علمی دنیا میں بعد از نو آبادیاتی مطالعات (Post-Colonial Studies) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس زاویے سے یہ تحقیق کی جاسکتی ہے کہ جدید مستشرقانہ قرآنی مطالعات کس حد تک نو آبادیاتی فکری اثرات سے آزاد ہو چکے ہیں اور کن پہلوؤں میں اب بھی ان اثرات کی جھلک موجود ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

- اردو علمی دنیا میں جدید مغربی قرآنی مطالعات سے متعلق معیاری علمی لٹریچر کی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے جدید مغربی تحقیقات کے تعارف، تجزیے اور تنقید پر مبنی کتب اور مقالات کی اشاعت کی جانی چاہیے۔